غزہ کی آزادی: مغربی کنارے سے محرومی کا اعلامیہ

پسپائی ایک نئے اقدام کی ابتداء

دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ بالخصوص ٹیلی ویژن زور شور سے فلسطینی علاقوں سے یہودی آباد کاروں کے انخلاء کے عمل کو دیدہ و دانستہ حکمت عملی کے تحت مظلومانہ طور پر نمایاں جگہ دے رہے تھے اور اس پورے عمل میں عالمی ذرائع ابلاغ اور اسرائیلی حکومت یہودیوں کو نہایت مظلوم غمزدہ، افسردہ دکھایا جارہا ہے مکمل تاثر یہ ہے کہ یہودی گھروں سے بے گھر ہو رہے ہیں وطن سے بے وطن کیے جارہے ہیں ان کی آنکھوں میں دکھ درد اور رت جگوں کی سرخی شامل ہوگئی ہے ذرائع ابلاغ یہ نہیں بتا رہے کہ کچی آبادیوں کے قابضین کو جب بے دخل کیا جاتا ہے تو وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ وہ قابضین تھے اب یہ زمین اس کے اصل وارثوں کے حوالے کی جارہی ہے۔ انخلاء کا یہ عمل جان بوجھ کر انتہائی جارحانہ دکھایا جارہا ہے جس میں اسرائیلی فوجیوں نے اپنی ذمہ داری ادا کرنے سے انکار کردیا ہے۔ انخلاء کے اس عمل میں جو چیز بہت نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ یہ عمل فوجیوں کی مناسب تربیت، مناسب انتظامات کے بغیر کیا گیا ہے۔ نکالے جانے والے لوگوں کے لیے بسوں کا انتظام نہیں ہے۔ نہ ہی انھیں کوئی معاوضہ دیا جارہا ہے کہ وہ دوسری جگہ آباد ہونے کے لیے رہائش کا بندوبست کرسکیں۔ اور نہ ہی علاقہ خالی کرنے کے لیے وقت دیا جارہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی حقیقت ہے کہ اسی غزہ کی پٹی سے گزشتہ دس ماہ کے دوران ۳،۳۵۰ فلسطینیوں کے گھروں کو دیو ہیکل اسرائیلی بلڈوزر نے مسمار کردیا۔ یہ تعداد ستمبر میں بے دخل کیے جانے والے اسرائیلیوں کی تعداد سے بہت زیادہ ہے۔ اقوام متحدہ کی ریلیف ایجنسی Unrwa کے مطابق صرف رفاہ میں مسمار کیے جانے والے گھروں کی تعداد کی اوسط ۲۰۰۲ میں ایک ماہ میں ۱۵ سے بڑھ کر اکتوبر ۲۰۰۴ء تک ایک ماہ میں ۷۷ تک ہوچکی تھی۔ رفاہ کے علاقے گروزنی اور کابل کا نقشہ پیش کرتے ہیں۔

بے دخل کیے جانے والے آباد کاروں کی آہ و بکا میں یہ الفاظ سننے کو مل رہے تھے کہ ”یہودی یہودی کو نہیں نکالتا“ ایک مبصر کے مطابق شاید وہ یہ بتانا چاہ رہے ہیں کہ یہ کام صرف غیر

یہودی کرتے ہیں غالبًا انھیں اس بات کا احساس نہیں ہے کہ اکثر لوگ اس کو تاریخی کے بجائے ایک حالیہ واقعے کے طور پر لے رہے ہیں اور تاریخی اور حالیہ حقیقت یہ ہے کہ یہودی یہودی کو نہیں نکالتا۔ بلکہ یہودی ہمیشہ عربوں کو بے دخل کرتا ہے''۔

اسرائیلی حکومت کی خواہش تھی کہ دنیا بے دخل کیے جانے والے یہودیوں کی تکالیف کا نظّارہ کرے تاکہ دنیا کو یہ جتایا جاسکے کہ اگر محض ساڑھے آٹھ ہزار یہودیوں کا انخلاء اس قدر تکلیف دہ ہے تو چار لاکھ یہودی کس طرح ایک سرزمین چھوڑ سکتے ہیں۔ آبادکاروں کے انخلاء میں مبالغہ آرائی کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ وہ مغربی ذرائع ابلاغ جو فلسطینیوں کے حق میں جانبداری کے دعویٰ کرتے تھے۔ اب اس طرح کی خبروں سے اس کا یہ دعویٰ منہدم ہو جائے گا۔

غزہ میں بسنے والے یہودی آبادکار اس معاملے پر تقسیم نظر آتے ہیں۔ حالیہ سروے کے مطابق ۶۰ فی صد آبادکار انخلاء کے فیصلے کی حمایت کررہے ہیں کیوں کہ انھیں معلوم ہے کہ انھیں یہاں اس وعدے پر بسایا گیا تھا کہ فلسطین بھی ہمارے قبضے میں ہوگا اور اسرائیل کی سرحدیں وسیع ہو جائیں گی لیکن عملاً ایسا نہ ہوسکا لہٰذا اپنے اصل گھر کی طرف واپسی ہی میں عافیت وسلامتی ہے۔ جبکہ ۴۰ فی صد بنیاد پرست مذہبی یہودی آبادکار اس فیصلے کے مخالف ہیں کیوں کہ وہ اسے شکست کا مظہر سمجھتے ہیں سرحدیں وسیع ہونے کے بجائے سمیٹی جارہی ہیں۔ اسرائیل کے مطابق اگر ہم مقبوضہ علاقوں میں یہودیوں کی موجودہ تعداد کا تین گنا آباد کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو آج حالات مختلف ہوتے۔ یعنی تجربہ اس لیے ناکام رہا کہ آبادی میں اضافہ نہ ہوسکا۔ آبادی میں اضافے کا کمال بھی صرف مسلمانوں سے مخصوص ہے کیوں کہ ان کے یہاں جنیاتی تنوع پایا جاتا ہے جبکہ یہودی پارسیوں کی طرح خاص نسل میں محدود ہو کر جنیاتی تنوع سے محروم ہو گئے اور خوردبینی گروہ [مائکرو اسکوپک کمیونٹی] میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ فلسطینی عوام بھی اسرائیل کے فیصلے کو شک کی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ اسرائیلی حکومت غزہ کے علاقے سے یہودیوں کا انخلاء کر کے اس سے تین گنا بڑے مغربی کنارے پر قبضہ کرنے کی سازش کر رہے ہیں یہ خدشہ وسوسہ اندیشہ غلط نہیں ہے بہ ظاہر پسپائی کا ایک قدم کامیابی کے ننانوے قدموں کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

فلسطینیوں کا یہ شبہ کہ اسرائیلی مغربی پٹی پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں ایسا کچھ بے جا بھی نہیں کیوں کہ حالیہ برسوں کے دوران مغربی کنارے کے علاقے پر غزہ والی پابندیاں نہ صرف لاگو کردی گئیں بلکہ مزید سخت کردی گئی ہیں، مزید سڑکیں بند کردی گئی ہیں، مزید چیک پوائنٹ تعمیر کردیے گئے ہیں بین الاقوامی عدالت انصاف کے حکم نامے کے باوجود دیواریں اور باڑھ تعمیر کردیے گئے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ غزہ کی آزادی فلسطینیوں کے لیے مغربی کنارے سے محرومی کا اعلامیہ بننے والی ہے۔